دینی مدارس......ایک تابندہ کردار

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

قرآن وسنت کی تعلیمات اور فقہائے کرام کی تشریحات کی ترویج میں مصروف دینی مدارس آج کل دین دشمن قوتوں کے طعن وتشنیع اور الزامات پر مشتمل نشتروں کا خصوصی ہدف ہیں، ان مدارس کا وجود انہیں اپنے عزائم کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ نظر آتا ہے، اس روڑے کو ہر حال میں اپنے راستے سے ہٹانے کی فکر انہیں کھائے جارہی ہے۔ روشن خیالی کے نام پر تاریکی پھیلانے والے کسی بھی صورت چراغ مصطفوی کو فروزاں دیکھنے پر آمادہ نہیں اور اسے گُل کرنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جارہے ہیں، لیکن تیز وتند ہواؤں کا رُخ موڑ دینے میں دینی مدارس ہراول دستے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت مغرب کی آنکھ میں کانٹا بن کر مسلسل چبھ رہی ہے، اس کے پیچھے بھی مدارس کا کردار ہے۔ دینِ حنیف کی وہ خوش بو جو یورپ کے ایوانوں میں بھی پھیلنے لگی ہے دینی مدارس کی چار دیواری سے ہی پھوٹ رہی ہے۔

مسلمانوں کے افکار ونظریات کے منافی زہریلے لٹریچر پر مشتمل پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے بے شمار ذرائع رات دن مصروفِ عمل ہیں لیکن مسلمانوں کے افکار ونظریات بدلنے میں یہ سب حملے غیر مؤثر ثابت ہوئے اور نظریات کی اس عمارت میں دراڑ تک نہیں آسکی، جس کی بنیادیں دینی مدارس کی تعلیمات پر استوار ہیں، اس لیے دینی مدارس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا یا انہیں دہشت گردی، انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کے مراکز قرار دے کر بدنام کرنے کی سعی لاحاصل کرنا اسلام دشمن قوتوں کا اہم اور محبوب ترین مشغلہ بن چکا ہے۔ ادھر بعض نام نہاد دانش ور اور اربابِ اقتدار اسلام کے دعوے دار ہونے کے باوجود، تخریب مساجد، انہدامِ حدود اللہ اور مدارس کی کردار کشی کے درپے ہیں اور اسلام دشمنوں کے ساتھ مل کر مشترکہ طور پر مدارس کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ بے شک اپنے ملک میں اس طرح کی کاروائیاں احسان فراموشی اور محسن کشی کی بدترین مثال اور بے دینی وتاریخی حقائق سے ناآشنائی کا کھلا اظہار ہے، رہے دینی مدارس تو ان کی اللہ تعالیٰ نے

ہمیشہ اشاعتِ دین اور حفاظتِ اسلام کے مراکز کی حیثیت سے حفاظت فرمائی ہے اور ان شاء اللہ فرمائے گا۔

دینی مدارس کی تاریخ خود اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود دینِ اسلام کی۔ آنحضرت ﷺ کے مکی دور میں دارارقم درس گاہ کا کام دیتا رہا، ہجرت کے بعد صفہ وہ پہلا مدرسہ ہے جس کے نقش پر بعد میں دینی مدارس اور علوم اسلامیہ کی یونی ورسٹیاں تعمیر ہوتی رہیں، پھر عربوں بالخصوص عباسیوں نے دمشق اور بغداد میں علمی مراکز قائم کیے۔ عجم میں سلطان محمود غزنویؒ نے غزنی میں ایک خوب صورت مسجد تعمیر کی، جسے لوگ ازراہِ خوش طبعی ''عروسِ فلک'' یعنی آسمان کی دلہن کہتے تھے۔ اس مسجد کے ملحق ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ سلطان شمس الدین التمش جو دہلی کا پہلا خود مختار تخت نشین تھا اس کے دربار میں علمی مباحثوں کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔ دہلی کے ایک اور تخت نشین ''فیروز شاہ تغلق'' نے بھی ایک مدرسہ ''فیروز شاہی'' تعمیر کرایا۔ دہلی کے تاج داروں میں آخری خاندان مغلوں کا ہے، ان میں سے کئی بادشاہ اہل علم گزرے ہیں، جن میں سے عالم گیر کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''عالم گیر کو چار ہزار متونِ حدیث یاد تھے''۔

انگریزوں کی آمد سے قبل مسلم سلاطین و امراء مدارس کی مکمل سرپرستی فرماتے تھے۔ سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں مختلف علوم وفنون کے چار سو کالج تھے، محمد تغلق کے زمانے میں صرف دہلی شہر میں ایک ہزار مدارس تھے۔ ایک انگریز مؤرخ کے بقول انگریزی عمل داری سے پہلے بنگال میں اسی ہزار مدارس تھے، ایک مؤرخ کے بقول روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء تدریسی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اسی طرح مصر، شام، عراق اور خراسان کی درس گاہیں قابلِ فخر فقیہ اور یگانہ روزگار محدث پیدا کرتی رہیں۔ دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ نے ایک مدرسہ جاری فرمایا تھا جو بعد میں مدرسہ رحیمیہ کے نام سے مشہور ہوا جس کا انتظام شاہ ولی اللہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند جلیل شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سنبھالا اور اس میں درس حدیث کی خدمت سرانجام دیتے رہے، ان کی وفات کے بعد ان کے نواسے شاہ محمد اسحاق نے مسند سنبھالی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بعض غداروں کی وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو انہوں نے کھل کر انتقامی کاروائیاں کیں۔ 5 لاکھ ہندوستانی قربانی کی بھینٹ چڑھ گئے، صرف ایک دن میں چوبیس ہزار مغلوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا، بہادروں کو توپ سے باندھ کر ان کے پرخچے اڑا دیے گئے، بعض لوگوں کو سور کی کھال میں سی کر دریا میں پھینک دیا گیا، لال قلعہ کے قریب خوب صورت عمارتوں اور بازاروں کو مسمار کر کے چٹیل میدان بنا دیا گیا، سینکڑوں جید علمائے کرام سولیوں پر لٹکا دیے گئے اور سلاطینِ دہلی کے علمی خزانے نذر آتش کر دیے گئے۔

جب مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت چھین لی گئی اور اسلامی سلطنت خاک میں مل گئی تو اب ان کے دین و ایمان کے لالے پڑنے لگے، انگریز ماہر تعلیم لارڈ میکالے نے کہا تھا: ''ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے انگلستانی'' اس اعلان کا صاف مطلب یہ تھا کہ اب انگریز نئی تعلیم

کے ذریعے مسلمانوں کے دماغ کو بھی فتح کرنا چاہتا ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جب دینی تمدن ختم اور اسلامی کلچر خاک میں ملانے کی سازشیں ہوتی دیکھیں تو آگے بڑھے اور میکالے کے نعرے کے جواب میں یہ نعرہ بلند کیا: ''ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ ونسل کے لحاظ سے ہندوستانی اور دل ودماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں''۔ یہ اعلان کرنے کے بعد انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تا کہ یہاں مسلمانوں کے دل ودماغ کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے، دینی تعلیم کے ذریعے ان میں آزادی کا جذبہ پیدا کیا جائے، اسلامی تعلیم کی ترویج، اسلامی تہذیب کی بقا، اسلامی نظریے کی تبلیغ اور احیائے جہاد اسلامی کے لیے حقیقی کوششیں کی جائیں۔ یہ مدرسہ واقعتاً قوم، ملک اور تہذیب کی حفاظت کے لیے ایک اہم مورچہ ثابت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند اور اس سے فکری ہم آہنگی رکھنے والے دینی مدارس نے ایسے رجال کار پیدا کیے جو ہر فتنے کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئے اور اسے جڑ سے اکھاڑ دیا، جو بے سروسامانی کے باوجود وقت کے طاغوتوں اور فراعنہ سے بھڑ گئے، درس وتدریس کی ہزاروں مسندیں بچھادیں، لاکھوں سینوں کو قرآن وسنت کے نور سے منور کر دیا، تصنیف و تالیف کے میدان میں اترے تو بے شمار تفسیریں، احادیث کی شروحات، کتابوں کے حواشی، اطراف واکناف عالم میں پھیلا دیے، لاتعداد ایسی شخصیات پیدا کر دیں جو فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت، زہد وتقویٰ، خاموشی، قیام لیل، عبادت، حج، غزوہ، للّٰہیت، جذب، شہسواری اور شجاعت جیسی متنوع صفات کی مرقع تھیں۔ جنہوں نے بے شمار محدث، مفسر، محقق، مدرس، مناظر، مصنف، مبلغ، مؤرخ، مدبر، مفکر، سیاست دان، مجاہد، شعراء، صحافی، ادیب، صوفیاء، قراء اور حفاظ امت کو دیے، جن کی ملی، دینی، مذہبی، ملکی، قومی، تصنیفی، تالیفی، تعلیمی اور اصلاحی خدمات عالم تاب نا قابلِ انکار حقائق ہیں، جنہوں نے اشاعتِ دین اور دشمنان اسلام کے تعاقب میں شب وروز سعی پیہم کا مظاہرہ کیا، ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ کیے بغیر اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ سرانجام دیا۔ اپنی تصانیف، تالیفات، خطبات اور مواعظ سے کتب خانوں کو بھر دیا، محققانہ وفقیہانہ اسلوبِ تعبیر سے مسائل شرعیہ اور نظریات وعقائدِ اسلاف وقت کی زبان میں دنیا کے سامنے رکھے، جن کے مقالات نے اپنی تحقیقات کا لوہا منوایا اور قبولیت عامہ کا اعزاز حاصل کیا، جنہوں نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ جیسا آزادی کا ہیرو پیدا کیا، مولانا انور شاہ کشمیریؒ جیسا محدث، مولانا کفایت اللہؒ جیسا فقیہ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسی جامع شخصیت، مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسا امامِ تصوف، مولانا الیاسؒ جیسا مبلغ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسا مفسر، مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ اور مولانا منظور احمد نعمانیؒ جیسے مناظر، مولانا مناظر احسنؒ جیسا ادیب، مولانا مفتی محمود جیسا مفکر، امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز صفدرؒ جیسا محقق، قاری فتح محمدؒ جیسا قاری، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسے خطباء اپنی گود میں پالتے رہے۔ جنہوں نے کبھی تو ممبر ومحراب کو زینت بخشی، کبھی دار ورسن نے ان کی جلوہ سامانیوں سے عزت پائی، کبھی طوق وسلاسل نے ان کے قدموں کو چوما، کبھی زندان کی

کوٹھریاں ان سے منور ہوئیں، کبھی ان کے قال اللہ وقال الرسول کے نغموں سے درس گاہیں گونجیں، تو کبھی جہالت کی شب دیجور میں علم وحکمت کے چراغ فروزاں کیے، ہندوستانی تاریخ کے کٹھن دور میں یورپی تہذیب کے امنڈتے سیلاب کے آگے بند باندھے، فرنگیوں کی پشت پناہی سے اٹھنے والے ہر فتنے کا بھرپور تعاقب کیا، جنھوں نے طبقاتی نفرتوں اور قومی، صوبائی، لسانی کشمکش کا قلع قمع کر کے ایثار، قربانی، اخوت، مودت اور محبت کو فروغ دیا، مسلمانوں میں قیام پاکستان کا شعور پیدا کیا، تحریکِ پاکستان کی قیادت اور مشرقی ومغربی پاکستان کے جھنڈے لہرا کر پاکستان اور پاکستانی قوم کو اعزاز بخشا۔

یقیناً دینی مدارس کا وجود امتِ مسلمہ کی پشت پر احسان عظیم ہے اور مسلم قوم کی گردن ان کے احسانات سے سدا جھکی رہے گی کہ اگر دینی مدارس کی خدمات نہ ہوتیں تو برِصغیر خصوصاً پاکستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اقبالؒ نے بجا کہا تھا:

"ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ ہوتے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟...... میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈروں اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرے کا تاج محل اور دتی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کو آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا"۔

دینی مدارس کی انہی خدمات کے باعث مسلم قوم فطرتاً ان سے عقیدت ومحبت رکھنے پر مجبور ہے، نہ حکومت کی کوئی طاقت ان کو روک سکتی ہے نہ مغربی تہذیب کی گرد آلود اور متعفن فضا ان دین کے صاف وشفاف چشموں کو گدلا کر سکتی ہے، البتہ امت مسلمہ سے گزارش ہے کہ وہ اسلام کے محفوظ قلعے میں پناہ حاصل کرنے لیے مدارس، مساجد اور خانقاہوں کے دامن کو مضبوط تھام لیں، ان سے تعلق میں پختگی پیدا کریں، ورنہ (خدانخواستہ) یورپ سے برآمد ہونے والی لائق صد نفرین تہذیب سے خود کو بچانا مشکل ترین ہو جائے گا اور اسلام سے وابستگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

☆......☆......☆